

زکوٰۃ و مصارفِ زکوٰۃ سے متعلق چند اہم سوالات

عہد حاضر کو اگر ”مالیات“ یا معاشیات کا عہد قرار دیا جائے۔ تو قطعاً بے جا نہ ہوگا، اس وقت حرب و قتال کے تمام پرانے نظریے اور اسلوب باطل ہو کر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس لیے یہ کہنا قطعاً مبالغہ آمیز ہی نہیں۔ کہ آج کے زمانے میں ”زر“ ہی (اُسے جو نام بھی دیں) ٹینک اور زر ہی توپ و فٹنگ ہے۔ آج اقوام کے مابین جو حکمت عملی اور ٹیکنالوجی کی جنگ لڑی جا رہی ہے، وہ اسی کے بل بوتے پر لڑی اور جیتی جا رہی ہے۔ اس لیے معاشیات اور مالیات کا یہ شعبہ مسلم علماء اور کارکنوں کی توجہ کا خصوصی مستحق ہے۔

مگر دوسری طرف ہماری قیمتی یہ ہے کہ ہم اس میدان میں تہی دامن تو تھے ہی۔ تہی ذوق۔ اور تہی جذبہ بھی ہیں۔ اس لیے بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے، کہ آج مسلم قوم اپنے دشمنوں کے مقابلے میں خالی ہاتھ نظر آرہی ہے۔ بلکہ اگر بات یہاں تک بھی ہوتی۔ تو بُرائی نہ تھی۔ اب تو حال یہ ہو گیا ہے۔ کہ ہم اقوامِ عالم کو کھلی دعوت دے رہے ہیں، کہ آؤ اور ہماری اقتضائات اور ہماری معیشت پر قبضہ کر لو۔ آؤ اور ہمیں گھر میں بے دست و پا کر دو۔ حکمت عملی کے اس انداز سے جاپان اور کوریا بننے کا خواب تو دیکھا جاسکتا ہے۔ مگر اس کو عملی جامہ نہیں پہنایا جاسکتا۔ بہر حال یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ عہد حاضر کی ایسٹ انڈیا کمپنی ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ اس وقت جو بات اپنے قارئین کی خدمت میں عرض کرنا ہے۔ وہ چند مالیاتی سوالات ہیں۔ یہ سوالات میں اسلامی اکیڈمی ہندوستان سے بذریعہ ڈاک موصول ہوئے ہیں چونکہ ان میں بعض انتہائی اہم مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی تحقیق عہد حاضر کے کئی ایک مسائل کے حل میں مفید ثابت ہوگی۔ اس لیے ہم ان سوالات کو من و عنین شائع کر رہے ہیں۔ قارئین کو اہم جو جوابات ارسال کریں گے، وہ اگر معیار پورا اترے تو یقیناً اولاد کے لیے انہیں شائع کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہ ہوگی۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

محور اول :

زکوٰۃ کس قسم کے اموال میں واجب ہے ؟
وجوب زکوٰۃ کی وہ شرائط جن کا تعلق محل زکوٰۃ یعنی اموال سے ہے ۔

پہلی شرط ” ملک تام “

ملک تام سے کیا مراد ہے ؟ اس ذیل میں چند سوالات -

سوال نمبر ۱
مال تجارت جس کی قیمت پیشگی ادا کر دی گئی ہو لیکن مال کی وصولی اب تک نہیں ہو سکی ہے ۔ وہ قیمت
جوا داکے جا چکی اور وہ مال جو خریدار کے ملک میں آچکا لیکن قبضہ میں نہیں آیا اس پر زکوٰۃ واجب

ہوگی یا نہیں ؟

سوال نمبر ۲
کرایہ کی مد میں دی گئی پیشگی رقم یا ڈپازٹ جو عہدہ راجارہ کے فسخ ہو جانے یا مدت پوری ہونے پر
کرایہ دار کو واپس کیا جاتا ہے اس رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی ، کرایہ دار یا مالک مکان پر ؟

سوال نمبر ۳
جس مال کا کوئی مالک ، معین نہ ہو جیسے مدارس اور اداروں میں جمع ہونے والی رقم ان پر زکوٰۃ
واجب ہوگی یا نہیں ؟

سوال نمبر ۴
وہ مال جو کسی شخص کے قبضہ میں بطور حرام آتا ہے مثلاً رشوت کمال ، بینک کا سود وغیرہ اس پر
زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں ؟

اگر یہ اموال حرام و حلال میں اس طرح مخلوط ہو گئے ہوں کہ ان میں ایم تمیز مشکل ہو تو اس صورت میں ان
مخلوط اموال میں واجب زکوٰۃ کا کیا حکم ہے ؟

سوال نمبر ۵
دین کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی ، دائن پر جس کی ملک ہے لیکن قبضہ نہیں یا مدیون پر جس کے
قبضہ و تصرف میں ہے لیکن اس کے ملک میں نہیں یا دین کی زکوٰۃ کسی پر واجب نہیں ہوگی ؟

کیا اگر مدیون باوجود قدرت کے دین کی ادائیگی میں طال مٹول کر رہا ہو اور اس مال کو تجارت میں لگا کر استفادہ
کر رہا ہو ایسی صورت میں اس مدیون پر واجب قرار دی جاسکتی ہے ؟

وصولیابی کی امید اور نامیدی کے اعتبار سے دین کی قسمیں اور وجوب زکوٰۃ کا حکم اور اگر زکوٰۃ واجب
ہوگی تو کب وصولیابی کے بعد سابق کی زکوٰۃ بھی دینی ہوگی یا وصول ہونے کے بعد مستقبل کی زکوٰۃ واجب ہوگی ؟

سوال نمبر ۶ سرکاری محکموں اور مختلف پرائیویٹ کمپنیز میں جو لوگ ہیں ان کی ملازمت یافتہ ہیں سے ایک حصہ دینے کر کے ان کے محفوظ کھاتے میں جمع کر دیا جاتا ہے اور کچھ فیصد سرکار یا کمپنی اپنے ملازم سے مستقبل کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی طرف سے اس میں اضافہ کرتی ہے۔ اور ریٹائرمنٹ کے وقت وہ پوری رقم ملازم کو دے دی جاتی ہے دوران ملازمت بھی بعض خاص قواعد کی پابندی کرتے ہوئے ملازم کو اپنے اس محفوظ فنڈ سے کچھ حصہ نکلوانے کا اختیار ہوتا ہے بعض اوقات ہر دو قسم کی مذکورہ رقم پر سرکار یا کمپنی انٹرسٹ کے نام سے بھی کچھ اضافہ جوڑ کر آخر میں وہ مجموعی رقم ملازمین کو عطا کرتی ہے یہ رقم عام اصطلاح میں پرائیویٹ فنڈ کہلاتی ہے۔

پرائیویٹ فنڈ کی مذکورہ بالا رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کب؟ اور اگر زکوٰۃ وصولیابی کے وقت واجب ہوگی تو سابق کی بھی واجب ہوگی یا آئندہ سال گزرنے پر؟

دوسری شرط ”نما“ نما کی حقیقت اور اس کی صورتیں

تیسری شرط حاجت اصلیت سے فارغ ہونا حاجت اصلیت کی تعریف اور اس کا دائرہ

ع۔ کیا حاجت اصلیت کا تعین ہر دور اور ماحول میں اس کے اعتبار سے کیا جائے گا؟

چوتھی شرط ”دین سے محفوظ ہونا“

کون سا دین مانع زکوٰۃ ہے۔ دین کی قسمیں اور ان کے احکام۔

ع۔ دین طویل الابل، آج کے دور میں، زراعتی قرض (

تعمیر مکان کے لیے قرض (اور اس طرح کے مختلف قرض ہر کار اپنے شہریوں کو دیتی ہے جن کے لیے پانچ سال سے لیکر ۳۰-۴۰ سال کی طویل مدت مقرر کی جاتی ہے اس مدت کے دوران قرض کی ادائیگی واجب ہوتی ہے اس قرض کی مقدار بھی عموماً بہت بڑی ہوتی ہے مثلاً زید نے اپنے تجارتی کاروبار کے لیے پانچ کروڑ روپے قرض لیے جسے پچاس قسطوں میں ادا کرنا ہے سالانہ دس لاکھ روپے ادا کرنا ہے یا کسی شخص نے ٹریکٹر کی خریداری کے لیے ایک لاکھ روپیہ قرض لیا جسے دس سال میں دس ہزار سالانہ کے لحاظ سے ادا کرنا ہے ان صورتوں میں وجوب زکوٰۃ کے لیے اموال زکوٰۃ سے پورے قرض کو منہا کیا جائے گا یا سالانہ واجب الادا قسط وضع کر کے باقی اموال پر زکوٰۃ واجب قرار دی جائے گی؟

اسلام میں کن اموال میں زکوٰۃ واجب ہے چند اور سوالات۔

کمپنیز پر زکوٰۃ کسی بھی کمپنی میں متعدد شرکار ہوتے ہیں اور اپنے اپنے حصہ کے مطابق اثاثے اور آمدنی کے مالک ہوتے ہیں بعض ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں جن میں کمپنی کا مجموعی اثاثہ اور مالیت

کرڈوں روپے کو پہنچتی ہو جس میں نصاب و وجوب زکوٰۃ موجود ہے لیکن اس کے شرکار اور حصہ داروں کی تعداد اتنی بڑی ہے کہ کمپنی کی مجموعی مالیت کی تقسیم حصہ داروں پر کی جائے تو ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہوتا یا کچھ لوگ صاحب نصاب نہیں ہوتے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ واجب زکوٰۃ میں کمپنی کی مجموعی مالیت کا اعتبار ہوگا یا ہر فرد کے انفرادی حصہ کا؟

ہیرے اور جواہرات (ع) ہیرے اور جواہرات کی تجارت کی جاتی ہے جو لوگ ہیرے اور جواہرات کی تجارت کرتے ہیں بظاہر مال تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر

تو زکوٰۃ واجب ہوگی ہی لیکن دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ جو لوگ انکم ٹیکس اور دیگر سرکاری قوانین کی زد سے بچنے کے لیے نقد روپیوں یا سونے چاندی کی صورت میں اپنے سرمائے کو محفوظ کرنے کے بجائے ہیرے جواہرات لاکھوں روپے کے خرید کر محفوظ کر دیتے ہیں شرعاً ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ بعض اوقات خواتین محض تزئین و آرائش کے لیے ہیرے جواہرات استعمال کرتی ہیں ان کا مقصد تول نہیں ہوتا ہے وجوب زکوٰۃ کے بارے میں ان کا کیا حکم ہوگا؟

اموال تجارت پر زکوٰۃ سامان تجارت جو تاجر کے قبضہ میں ہے ادائیگی زکوٰۃ کے دن ان کی مالیت کا تعین کس نرخ سے کیا جائے اپنی لاگت کے حساب سے کریں یا اس

دن کی قوت خرید کا اعتبار کیا جائے، پھر یہ کہ تھوک کے بھاؤ کا اعتبار ہوگا۔ یا پرچون فروختی کا اعتبار ہوگا؟ جو لوگ اراضی کی خرید و فروخت کو ایک تجارتی کاروبار کے طور پر کرتے ہیں سال پورا ہونے پر نقد رقم کے علاوہ جو اراضی ان کی ملکیت میں ہیں وہ اراضی بھی اموال زکوٰۃ میں شمار ہوں گی؟ اور ان پر زکوٰۃ کا وجوب قیمت کے اعتبار سے ہوگا یا متوقع قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا؟

شیرز اور بانڈز کی زکوٰۃ مختلف تجارتی کمپنیاں اپنے شیرز فروخت کرتی ہیں یہ شرکت کی ایک صورت ہے کمپنی قائم کرتے وقت کچھ اکائیاں طے کر لی جاتی ہیں ہر

یونٹ (اکائی) ایک شیر ہوتا ہے اور اس کی ایک خاص قیمت ہوتی ہے کمپنی جو کچھ منافع کمائی شیرز ہولڈرز

اس میں اپنے حصے کے تناسب سے نفع کے حقدار ہوں گے شیرزور دراصل کسی تجارتی کمپنی کے ایک خاص حصہ کی ملکیت ہے واضح رہے کہ بعد کو ان شیرزور کی خرید و فروخت ہوتی ہے اور کمپنی کے نفع و نقصان اور اس کے ساکھ کے پیش نظر ان شیرزور کی قیمت گھٹتی اور بڑھتی ہے۔

پہلا سوال یہ ہے کہ ان شیرزور پر ایک تجارتی سرمایہ ہونے کی حیثیت سے زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ دوسرا سوال یہ ہے زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت ان شیرزور کی مالیت کا تعین ان کی بنیادی قیمت کو سامنے رکھ کر کیا جائے گا یا یہ وقت ادائے زکوٰۃ مارکیٹ میں اس کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار کیا جائے گا؟

محرثانی..... نصابِ زکوٰۃ

چاندی اور سونے کے نصاب میں سے کون سا نصاب اہل تسلیم کیا جائے؟ آج کے دور میں جب کہ سونے اور چاندی کے نرخ میں زمین و آسمان کا فرق ہے نصابِ حرمت زکوٰۃ (غنی) یعنی کسی شخص کو غنی قرار دیکر اس کے لیے زکوٰۃ لینا ممنوع قرار دے دیا جائے اور اس طرح نصاب موجب زکوٰۃ کی کم سے کم مقدار چاندی کے حساب سے مقرر کی جائے گی یا سونے کے حساب سے؟

محرثالث..... مصارفِ زکوٰۃ

۱۔ کیا یہ صورت درست ہوگی کہ ایک طالب علم جو سختی زکوٰۃ ہے ادارہ اس کے طعام و قیام تعلیم اور دوسری سہولتوں کا انتظام کرتا ہے اس کے طعام پر ماہانہ خرچ سو روپے آتا ہے اس کے رہائش کے لیے جو مکان فراہم کیا گیا ہے (مکان کی تعمیر عام چندے سے کی گئی ہے) بازار نرخ کے حساب سے اس کا کرایہ ۲۵ روپے ماہانہ ہے اساتذہ کے شہر یہ (ماہانہ تنخواہ) وغیرہ پر جو خرچ آتا ہے اس کو اگر طلبہ کی خدمت یا متعلق انتظامی امور پر امور ہے ان کا مجموعی شہر یہ تقسیم کئے جانے پر فی طالب علم ۲۵ روپیہ ماہوار پڑتا ہے اس طرح ایک طالب علم پر کل اخراجات ماہانہ مثلاً (۲۵۰) روپے ماہانہ آتا ہے مدرسہ یہ نظام بناتا ہے کہ ہر طالب علم سے ڈھائی سو روپے ماہانہ لیے جائیں، مستطیع طلبہ اپنے پاس سے یہ اخراجات ادا کریں اور غیر مستطیع طلبہ کی طرف سے مقررہ فیس مدرسہ زکوٰۃ سے ادا کرے یا مدرسہ اس رقم کا چیک اس طالب علم کے نام سے ویدے اور وہ چیک وصول کرنے کے بعد مدرسہ میں جمع کر دے کیا یہ صورت جائز ہوگی؟

ذیل میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ و ہندوگان کا ذکیل ہے مستحقین زکوٰۃ کا؟

۲۔ سوال یہ ہے کہ مدارس کے لیے زکوٰۃ کی وصولی پر جو لوگ مقرر کئے جاتے ہیں وہ مالانہ تنخواہ پاتے ہیں اور ساتھ ساتھ وہ عملہ جو حساب و کتاب کے لیے مقرر ہوتا ہے اسے بھی مالانہ تنخواہ دی جاتی ہے یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ مالانہ تنخواہ پر مقرر کئے ہوئے سفراء مصلین کے ذریعہ جو آمدنی ہوتی ہے اور ان پر جو خرچ ہوتا ہے اس سے مدرسہ کو نقصان پہنچتا ہے آمد کا تناسب کم اور خرچ کا تناسب زیادہ آتا ہے بعض مدارس میں تعین شرح فیصد کمیشن دیا جاتا ہے اس صورت میں خرچ کے تناسب کے مقابلہ میں آمد کا تناسب بہتر رہتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز ہوگا اور اسے العالمین علیہا کے تحت داخل مانا جائے گا؟ اگر کمیشن کی صورت کو جائز قرار دیا جائے تو کیا شرح فیصد کے تعین کی کوئی خاص حد شرعی ضروری ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حساب آمد و خرچ کے اندراج پر جو عملہ مقرر ہے کیا اس کی مالانہ تنخواہ مدرکات سے ادا کی جاسکتی ہے جبکہ وہ لوگ دوسرے کام بھی انجام دیتے ہیں؟

مخزن ثالث..... مصارف زکوٰۃ "فی سبیل اللہ"

مصارف زکوٰۃ کا مسئلہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ اس کا تعلق ایک فرض کو ادا کیا گیا ہے ہے اگر زکوٰۃ لیے لوگوں پر اور لیے مصارف میں صرف کر دی جائے جو شریعت کے اعتبار سے "مصرف" نہ ہوں تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر مصارف کا صحیح تعین نہ ہو اور وہ لوگ جو شرعی مستحق ہیں ان کو مصرف زکوٰۃ سے خارج کر دیا جائے تو یہ مستحقین کو ان کے حق سے محروم کر دینا ہوگا جسے ظلم کہا جائے گا یہ بڑا فساد ہے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مصارف صدقات کو خود قرآن کریم میں واضح فرما دیا اور ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ (سورہ توبہ آیت : ۶۰)

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

فاحکم اللہ عزوجل فرض الزکوٰۃ فی کتابہ ثم اکد ہا فقل فریضۃ من اللہ ولیس لاحد ان یتسمہا علی غیومہا قسمہ اللہ عزوجل ذالک

ماكانت الاصناف موجودة (کتاب الام ۶/۲)
 تقی الدین ابن ابوبکر ابن محمد حسینی شافعی نے لکھا ہے :
 فان دفع زكوته لغير مستحقها لقد الشر وطالمعترة لم تسبر
 ذمته منها (کفایۃ الاختیار فی غایۃ الاختصار ۱/۳۶۶)
 ابن قیم رحمہ صلی کہتے ہیں :

ولا يجوز صرف الزكوة الى غير من ذكر الله تعالى (المغنی ۲/۶۶۶)
 صاحب نیل المآرب نے لکھا ہے :

اهل الزكوة ثمانية اصناف لا يجوز صرفها الى غيرهم عن بناء المساجد
 والقناطر وسد البشوق وتكفين الهوى ووقف المصاحف وغير
 ذلك من جهات الخير - (نیل المآرب ۱/۲۶۲)
 مرواوی کہتے ہیں :

لا يجوز لغير الاصناف الثمانية الاخذ من الزكوة مطلقا على الصحيح
 من المذهب وعليه جماهير الاصحاب (الانصاف : ۳/۲۱۸)
 صاحب محلّی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے بروایت صحیحہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے
 میں فرمایا : " صغوها مواضعها - (المحلّی ۳/۱۴۵)

اور سعید بن جبیر نے فرمایا : وضعها حيث امرك الله - (المحلّی ۳/۱۴۵)
 قرآن میں مذکورہ مصارف میں ایک مصرف "فی سبیل اللہ" ہے فی سبیل اللہ کے مصرف کے تعین میں علماء
 کی آراء میں اختلاف پیدا ہوا ہے اس وجہ سے ایسے مسئلہ میں سخت اضطراب پیدا ہو رہا ہے جہاں مستحق کو محروم
 کرنے اور غیر مستحق پر زکوٰۃ صرف کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لیے ضرورت ہے کہ آج علماء ان مختلف اقوال اور
 ان کے دلائل کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کے لیے ایک راہ عمل طے کرین کہ فی سبیل اللہ کے ابہام کی وضاحت اور
 اس کے اجمال کی تفصیل پر ہی طرح متعین ہو جائے۔

فی سبیل اللہ کی وضاحت میں مختلف علماء کے اقوال

اگر ہم فقہ کی کتابوں میں بھڑے ہوئے اقوال کو سٹیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سلسلہ میں بعض علماء نے

غیر معمولی توسع اختیار کیا ہے اور ہم عملِ خبر پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز قرار دیا ہے بعضوں نے مسلمانوں کی مصالح عامہ کے ساتھ فی سبیل اللہ کو خاص کیا ہے بعضوں نے اسے صرف جہاد فی سبیل اللہ تک محدود رکھا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان تمام اقوال کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

۱۔ پہلا قول : فی سبیل اللہ کا لفظ تمام ہی قسم کے اعمال خیر اور قربت و طاعت پر حاوی ہے یہ رائے امام رازی نے امام قتال سے نقل کرتے ہوئے بعض فقہار کی طرف منسوب کی ہے لیکن ان فقہار کے ماضی ہیں بتائے امام رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واعلم ان ظاہر اللفظ فی قوله تعالى وفي سبيل الله لا يوجب القصر على كل الغزاة فلهذا المعنى نقل القفال في تفسيره عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الى جميع وجوه الخير من تكفين الموتي وبناء الحصون وعمارۃ المساجد لان قوله في سبيل الله عام في الكل.

(تفسیر کبیر ۱۶/۱۱۳)

نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیہ میں لکھا ہے کہ آیت مصارف زکوٰۃ میں مذکور لفظ سبیل اللہ کے معنی اللہ کا راستہ ہے لیکن باب زکوٰۃ فی سبیل اللہ کے حصصہ کو مجاہدین کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کا صرف کرنا ہر اس عمل پر جو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہو جائز ہوگا۔ آیت کا لغوی معنی یہی ہے اور لغوی معانی پر وقوف واجب ہے اس لیے کہ اس مقام پر شرع سے کوئی نقل وعت کے ساتھ ثابت نہیں۔

نواب صدیق حسن خان نے اپنے اسی رجحان کے مطابق تمام قرہوں میں زکوٰۃ کے صرف کو جائز قرار دیتے ہوئے علما کو بھی مصرف زکوٰۃ قرار دیا ہے اگرچہ وہ غنی ہوں نواب صاحب لکھتے ہیں :

”من جمله سبیل اللہ الصرف فی العلماء الذین یقومون یسما صالح المسلمین الدینیۃ فان لهم فی مال اللہ نصیباً سواء کان اغنیاء او فقراء بل الصرف فی هذه الجهة من اهم الامور ان العلماء ورثة الانبیاء وحملة الدین وبهم تحفظ بیضۃ الاسلام وشریعة

سیدنا الامام“ (الروضۃ الندیۃ: ۱/۲۰۶)

واضح رہے کہ خود نواب صاحب مرحوم نے اپنی تفسیر فتح البیان میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے بظہور

کے اس قول کو ترجیح دی ہے جس میں فی سبیل اللہ سے وہم الغشاة واللمرا بطون یعطون من الصدقة ما یمنفقون فی غزوہم ومرا بطنہم وان کانوا غنیاء“ مراد لیا گیا تھا۔ اس قول کے بارے میں نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں: ”والاول اولی لاجتماع الجمعوس علیہ“ (فتح البیان ۱/۱۵۸)۔ بعض حضرات نے یہ قول امام کا سانی صاحب بدائع کی طرف منسوب کیا ہے اور ان کے اس جملے سے کہ فی سبیل اللہ تمام ہی قربتوں کا نام ہے اس لیے اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ کی اطاعت میں سعی کد رہا ہو، ان سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے لیکن ان کا یہ قول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شخص محتاج ہو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بنا بر مسجد وغیرہ جن میں کوئی شخص مصروف نہیں بلکہ کام مصروف ہے وہ اس ذیل میں نہیں آتے اور اگر شخص ہی ہوں جو کسی دینی جدوجہد میں مشغول ہوں تو وہ بھی اس شرط کے ساتھ مصروف ہوں گے کہ وہ محتاج ہوں کا سانی کے پہلے جملے نے جو توسع پیدا کیا تھا اس شرط نے اس توسع کو ختم کر دیا۔

۲۔ دوسرا قول: فی سبیل اللہ مسلمانوں کی مصالح عامہ کو شامل ہے اس قول کا حاصل یہ ہے کہ ہر طاعت کا رخصر مصروف زکوٰۃ نہیں بلکہ انہیں کاموں پر فی سبیل اللہ کے مد میں زکوٰۃ صرف کی جاسکتی ہے جن کا تعلق مسلمانوں کی عمومی مصالح سے ہو اور جن سے مسلمانوں کے دین اور ان کے اجتماعی حیات کی تباہ اور ترقی کا تعلق ہو مثلاً جنگ کی تیاری، فوجوں کی غذائیں، فوجی ہسپتال، عمومی خیراتی اسپتال وغیرہ اسی ذیل میں علوم شرعیہ کے مدارس مسلمانوں کی عام مصلحت سے تعلق رکھتے ہیں (بشمول اساتذہ مدارس کے جو کسی اور ذریعہ آمدنی سے علیحدہ ہو کر بالکل مدارس مفتیہ میں تعلیم و تدریس میں مشغول ہو جاتے ہیں) آتے ہیں یہ رائے عام طور پر علماء سلف میں نہیں پائی جاتی البتہ کئی قریب میں شیخ رشید رضا مصری اور شیخ شلتوت وغیرہ نے اختیار کی ہے۔

۳۔ تیسرا قول: ”فی سبیل اللہ میں حج بھی داخل ہے“

امام احمد بن حنبلؒ، ابی بن راہویہہ کی طرف سے یہ قول منسوب ہے امام احمد سے اس بارے میں مدائیم مختلف ہیں اور فقہاء حنابلہ کے یہاں ترجیحات بھی مختلف نظر آتی ہیں (الانصاف للمرداوی ۳/۲۳۵) ابو عبید بن قاسم بن سلام نے بعض صحابہ کی یہ رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ”ہذا القول مہجوس غیر معمول بہ“ (الاموال لابن عبید صفحہ ۷۹۹)

شیخ الاسلام بن تیمیہؒ نے بھی مجموعہ فتاویٰ میں اس رائے کو اختیار کیا ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ۲۶/۲۶) پھر یہ کہ جس حاجی کو زکوٰۃ دی جائے اس کا فقیر مونا ضروری ہے یا نہیں پھر حج فرض، حج نفل کا ایک ہی حکم ہے

یا الگ یہ سب بخش فقہاء حنابلہ نے اپنی کتابوں میں کی ہیں۔
 فقہاء حنفیہ میں سے محمد بن الحسن کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ ایسا شخص جو صرف حج کیلئے نکلا اذالہ
 سے بچھڑ گیا اس لیے کہ اس کے اخراجات سفر ضائع ہو گئے یا اس کی سواری اسے دھوکا دے گئی تو یہ "حاج قطع"
 مصرف زکوٰۃ ہے۔ (شامی ۳۴۳/۲ - بدائع الصنائع ۱/۲۶)

جمہور فقہاء امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی، سفیان، ابو ثور، ابن المنذر وغیرہ حجاج کو زکوٰۃ دینا جائز قرار
 نہیں دیتے۔

۴۔ چوتھا قول: علماء مدرّسین، اصحاب افتاء و قضا اور طلبہ علوم شرعی جو تحصیل علم کے لیے وقف ہیں
 انہیں زکوٰۃ دینی جائز ہے۔

یہ رائے بعض متاخرین فقہاء کی ہے جنہوں نے مجاہدین و غزواة کے ساتھ قضا و افتاء اور تدریس جیسے عمومی
 مصالح امت میں مشغول لوگوں کو ملحق قرار دیا ہے جیسا کہ صنعانی نے سیل السلام جلد ۱/۱۲۵ میں اس قول کا ذکر کہہ
 کیا ہے اور بعض فقہاء اصناف نے طلبہ علوم دینیہ کو باوجود غنی ہونے کے زکوٰۃ دینا جائز قرار دیا ہے۔

(شامی جلد ۲/۳۴۰/۳۴۳)

۵۔ پانچواں قول: فی سبیل اللہ سے مراد غزوہ جہاد ہے۔

علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ و جہاد داخل ہے اس کے بعد غزوہ و جہاد کے
 علاوہ کسی اور کام کے فی سبیل اللہ میں داخل ہونے کے بارے میں فقہاء امت کے درمیان کچھ اختلاف ہے لیکن
 فقہاء مجتہدین کی بڑی تعداد اسی کی قائل ہے کہ فی سبیل اللہ میں غزوہ و جہاد کے علاوہ اور کوئی کام داخل نہیں آئے
 مجتہدین میں سے امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ کا اس بارے میں متفقہ قول یہ ہے کہ فی
 سبیل اللہ کے مصداق غازی ہی ہیں عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک یہی جمہور علماء کا قول رہا ہے علامہ ابن
 رشد فی سبیل اللہ کے بارے میں ائمہ مجتہدین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قال مالك سبيل الله مواضع الجهاد والرباط وبيه قال ابو حنيفة وقال
 الشافعي هو الغازی جاز الصدقة وانما الشروط جاز الصدقة لان
 عند اكثرهم انه لا يجوز نقل الزکوٰۃ من بلد الى بلد الا من ضرورة.

(برائتہ المجتہد ۱/۲۲۴)

جمہور فقہاء کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہونے کے باوجود کہ فی سبیل اللہ میں صرف غزوہ و جہاد آتے ہیں اس سلسلہ کی کچھ تفصیلات کے بارے میں ان میں باہم اختلاف ہے بعض فقہاء نے نازیوں اور مجاہدین کے حق زکوٰۃ ہونے کے لیے ان کے بغیر ہونے کی شرط لگا دی ہے وہی نازی فی سبیل اللہ کے دائرے میں آئیں گے جو بیت المال سے اجرت لیے بغیر رضا کارانہ طور پر جنگوں میں حصہ لیں غرضیکہ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہونے کے باوجود فقہاء کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ و جہاد تک محدود ہے۔

پہلے قول کے دلائل:

۱۔ جو حضرات فی سبیل اللہ میں تمام نیک کاموں کو داخل کرتے ہیں ان کی سب سے اہم دلیل یہ ہے کہ لفظ "فی سبیل اللہ" عام ہے۔ لہذا کسی دلیل کے بغیر اس لفظ عام کو اس کے بعض افراد کے ساتھ مخصوص کر دینا درست نہیں ہے اور یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس کی بنا پر فی سبیل اللہ کو غزوہ و جہاد کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے نواب صدیق حسن صاحب اس دلیل کو پوری قوت کے ساتھ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

واما سبیل اللہ فالمراد به ههنا الطريق اليه عزوجل لاكن لا دليل
الاختصاص هذا السهمي به بل يصح الصرف بذالك في كل ما كان
طريقا الى الله عزوجل هذا معنى الآية لغثا والواجب الوقوف على

المعاني اللغوية حيث لم يصح النقل هنا شرعا۔ (الروضۃ الندیۃ ۲۰۶/۱)

۲۔ فی سبیل اللہ محکم دوسرا استدلال اس طرح کیا جاتا ہے کہ بعض صحابہ تابعین اور فقہاء نے حج کو فی سبیل اللہ میں داخل قرار دیا ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ غزوہ و جہاد تک محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے کار خیر بھی اس میں داخل ہیں اور جب غزوہ و جہاد سے آگے بڑھ کر حج کو فی سبیل اللہ میں داخل بنایا گیا تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسرے نیک کاموں کو اس سے خارج قرار دیا جائے زکوٰۃ کے دوسرے کار خیر میں صرف کرنے کے جواز کی ایک دلیل کتب حدیث کی وہ روایت بھی ہے جسے امام بخاری نے الجامع الصحیح کے باب، القسامہ میں ذکر کیا ہے جس کا حائل یہ ہے کہ ایک صحابی کو خیر میں یہودیوں نے قتل کر دیا اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو خیر بہا صدقہ کے اوتھوں میں سے دیا۔

۳۔ نواب صدیق حسن صاحب نے تمام نیک کاموں میں مشغول افراد کو زکوٰۃ دینے کے جواز پر یہ استدلال بھی پیش کیا ہے صحابہ کرام ہر سال بیت المال سے عطیہ لیا کرتے تھے بیت المال میں جمع شدہ مال

کا ایک حصہ مالِ زکوٰۃ ہو کرتا تھا اور بیت مال سے عطیہ لینے والے صحابہ میں مالدار و غریب دونوں قسم کے صحابہ تھے ایک ایک شخص کا عطیہ ہزاروں کو پہنچ جاتا تھا۔ (الروضۃ النذریہ: ۶/۱)

دوسرے قول کے دلائل:

فی سبیل اللہ کے مصداق کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد مسلمانوں کے عمومی مصالح ہیں جن سے اجتماعی طور پر مسلمانوں کے دین کی بقا و ترقی اور مملکت کے اجتماعی امور و البستر ہیں قدیم مفسرین مجتہدین اور فقہار کے یہاں یہ قول نہیں ملتا سب سے پہلے شیخ محمد رشید رضا اور شیخ الانبہر شیخ محمد شلتوت نے یہ قول اختیار کیا ان کے بعد بعض دوسرے حضرات نے ان کی پیروی کی ان حضرات کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ قرآن و سنت میں کوئی ایسی صراحت موجود نہیں ہے جس کی بنا پر ہم فی سبیل اللہ کو کسی خاص کارِ خیر کے لیے مخصوص کر سکیں لہذا فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کا مسئلہ اجتہادی مسئلہ ہے ہر عالم و فقیہ کو اس کے بارے میں رائے دینے کا حق ہے اس مسئلہ کا اجتہادی ہونا اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اضیٰ اور حال میں فی سبیل اللہ کے مصداق کے بارے میں علماء و فقہار کا اختلاف رہا ہے چنانچہ بعض حضرات نے نازیویوں کے ساتھ فی سبیل اللہ کو مخصوص کیا ہے بعض حضرات نے نازیویوں کے ساتھ حج و عمرہ کرنے والوں کو بھی اس میں شامل ہے بعض نے فی سبیل اللہ کا مصداق طالب علموں کو قرار دیا ہے۔

۲۔ ان حضرات کا ایک استدلال صدقہ کے اونٹوں سے خون بہا اور کبے جانے کی اس حدیث سے بھی ہے جس کا تذکرہ قول کے دلائل کے ذیل میں آچکا ہے۔ استدلال کا چل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع نزاع اصلاح ذات البین کے نیز مقتول کے اولیاء کو خوش کرنے کے لیے زکوٰۃ کے مال میں سے خون بہا اور کیا جب امن برقرار رکھنے کے مقصد سے رفع نزاع کے لیے مقتول کے ورثہ کو خون بہا میں زکوٰۃ دینا جائز ہے تو یہ بات بدرجہ اولیٰ جائز ہونی چاہیے کہ اسلامی مملکت میں امن و امان کے قیام اور اجتماعی زندگی کی شیرازہ بندی کے لیے زکوٰۃ کی رقم صرف کی جائے مصالح عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ خرچ کر کے اسلامی مملکت کو استحکام بخشا جائے۔

۳۔ فقہاء کی ایک جماعت نے زکوٰۃ کے آٹھوں مصارف کے لیے صرف زکوٰۃ کی علت یا یہ قرار دی ہے کہ ان مصارف پر خرچ کرنے سے مسلمانوں کی عمومی حاجت اور منفعت پوری ہوتی ہے جب متعذر و مصارف زکوٰۃ میں زکوٰۃ صرف کرنے کی علت مسلمانوں کی عمومی حاجت و منفعت ہے تو ہم کیوں نہ اس علت کو عام کرتے

ہے ان تمام کاموں کو معارف زکوٰۃ کے دائرے میں لے آئیں جن میں مسلمانوں کی عام مصلحت اور مسلم سوسائٹی کا اجتماعی مفاد ہو۔

تیسرے قول کے دلائل :

۱۔ جن حضرات نے غزوہ اور جہاد کے ساتھ حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے ان کا استدلال چند روایات و آثار سے ہے ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو فی سبیل اللہ میں شمار کیا اور جن شخص نے اپنا اونٹ فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں مجبوس کر دیا تھا اسے آپ نے ہدایت دی کہ اپنا وہ اونٹ حج کرنے کے لیے ویدے اس سلسلہ کی ایک روایت مسند احمد میں آتی ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ام مفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے شوہر ابو مفضل سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میرے اوپر حج لازم ہے اور آپ کے پاس ایک جوان اونٹ ہے مجھے وہ اونٹ دے دیجئے تاکہ میں اس پر حج کراؤں ابو مفضل نے کہا کہ تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں مجبوس کر دیا ہے ام مفضل نے کہا کہ پھر مجھے کھجور کے باغ کی فصل دے دیجئے ابو مفضل نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ میری کھجور کی پیداوار میرے بال بچوں کی روزی ہے ام مفضل نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کروں گی راوی کہتے ہیں کہ ابو مفضل اور ام مفضل دونوں چل کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ام مفضل نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے ذمہ حج لازم ہے اور ابو مفضل کے پاس جوان اونٹ ہے ابو مفضل نے عرض کیا کہ ام مفضل کی بات درست ہے لیکن میں نے وہ اونٹ فی سبیل اللہ مجبوس کر دیا ہے تو حضور نے فرمایا کہ ام مفضل کو وہ اونٹ حج کرنے کے لیے ویدو کیونکہ حج بھی سبیل اللہ (راہ خدا) میں ہے۔

حدیث کی بعض دوسری کتابوں میں اسی طرح کا ایک واقعہ ابو طلحہ اور ام طلحہ کا آتا ہے۔

۲۔ امام بخاری تعلیقاً ابو العباس سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حج کرنے کے لیے صدقہ کے اونٹ پر سوار کیا (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ فی الرقاب والغارین و فی سبیل اللہ) حضرت ابن عمرؓ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے زکوٰۃ کا مال حج کرنے والوں کو دینے کا فتویٰ دیا اس طرح کے متعدد آثار حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں نقل کیا ہے یہ احادیث و آثار اس بات کے ثبوت ہیں کہ جہاد کے ساتھ حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔ آئمہ مجتہدین میں سے امام احمدؒ، احنیٰ ابن راہویہؒ سے بھی یہ قول منقول ہے۔

چوتھے قول کے دلائل :

بعض متاخرین فقہار نے علماء و مدرسین اصحاب افتاء اور طلبہ علوم دینیہ کو بھی غازی کے ساتھ ملحق کر کے مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا ہے۔ ان حضرات نے اپنے اس قول پر کوئی قابل ذکر دلیل ذکر نہیں کی ہے۔ مصنف سبیل السلام اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں، عمدۃ الاحکام کے شارح نے لکھا ہے کہ غازی کے ساتھ وہ لوگ بھی ملحق کئے جائیں گے جو مسلمانوں کے کسی عمومی مصلحت مثلاً قضا و افتاء اور تدریس انجام دے رہے ہوں خواہ وہ لوگ

مالدار ہی ہوں (سبیل السلام ج ۱ ص ۱۲۵)

پانچویں قول کے دلائل :

عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد صرف غزوہ و جہاد ہے دوسرے نیک کام زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ میں داخل نہیں ہیں سچی بات یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی تین صدیوں میں یہی علماء کا متفقہ قول تھا ہاں معدودے چند افراد ایسے ضرورت تھے جنہوں نے فی سبیل اللہ میں حج کو بھی شامل کیا تھا۔

ان حضرات کی سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ قرآن و سنت اور صحابہ کرام کی زبان میں جب فی سبیل اللہ ملحق ہوا جاتا ہے تو اس سے مراد غزوہ و جہاد ہی ہوتا ہے شیخ المفسرین ابن جریر طبری لکھتے ہیں۔

واما قوله في سبيل الله فانه يعني وفي النفاق في نصرت دين الله وطريقته
وشريعته التي شرعها لعباده لقتال اعدائه ذال ذلك هو الغزو۔

(تفسير ابن جرير : ۱/ ۱۶۵)

ابن الاثير لکھتے ہیں :

السبيل في الاصل الطريق ويذكر ويؤث والتانيث فيها اغلب
وسبيل الله علم يقع على كل عمل خالص سلك به طريق التقرب الى
الله تعالى بااء الفرائض والنوافل وانواع التطوعات واذا اطلق سبيل
الله فهو في الغالب واقع على الجهاد وحتى صار لكثرة الاستعمال كانه

مقصود عليه - (النهاية في غريب الحديث : ج ۲ / ۳۳۸)

ابن جریر لکھتے ہیں : اذا اطلق ذكر سبيل الله فالمراد به الجهاد (فتح الباری ، ۴/ ۴۸)

ابن قدامہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں :

سبیل اللہ عند الاطلاق هو الغزو۔ (فتح الباری ۴/۲۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں :

المعتباد عند اطلاق لفظ " فسبیل اللہ " الجہاد۔ (فتح الباری ۴/۲۹)
المعتباد والی الافہام ان سبیل اللہ تعالیٰ هو الغزو اکثر ما جاء فی
القرآن العزیز کذا لک۔ (المجموع ۶/۲۱۲)

ابن قدامہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں :

کل ما فی القرآن من ذکر سبیل اللہ انما ارید بہا الجہاد الا
الیسیر فیجب حمل ما فی هذه الآية یعنی آیتہ الصدقات علی ذالک
لان الظاہر ارادته بہ۔ (المنہج ۶/۲۳۴)

تمام فقہی مساکک کے ائمہ و اصحاب علم و تحقیق فقہاء کا مطالعہ یہی ہے کہ " فی سبیل اللہ " شریعت کی ایک
اصطلاح ہے سبیل اللہ لغوی معنی کے اعتبار سے اگرچہ عام ہے اس میں ہر کار خیر داخل ہے کتاب و سنت میں
بھی کہیں کہیں اسی عام لغوی میں سبیل اللہ کا استعمال ہوا ہے لیکن کتاب و سنت میں سبیل اللہ کا استعمال جب قرآن
کے بغیر مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے عزوہ و جہاد ہی مراد ہوتا ہے قدیم مفسرین و فقہاء کے علاوہ دور جدید
کے بعض علماء نے بھی کتاب و سنت میں سبیل اللہ کے استعمالات کا تتبع کر کے فی سبیل اللہ کے اس مخصوص معنی کو
ثابت کیا ہے کتب حدیث میں البواب الجہاد کی حدیثوں کا مطالعہ بھی اسی نتیجہ تک پہنچا ہے۔

۲۔ جمہور فقہاء کی طرف سے استدلال میں وہ احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں جو فن حدیث کی متعدد اہم کتابوں
میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

لا تحل الصدقة لغنی الا خمسة لغانی فی سبیل اللہ او العامل علیہا او
الغارم او لرجل اشتراها بماله او لرجل کان له جار مسکین
فتصدق علی المسکین فاہدی المسکین للغنی (مطالعہ امک سنن البیہقی)

اس حدیث میں زبان رسالت نے فی سبیل اللہ کے ساتھ، غار کی قید لگا کر زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کی
مراد متعین کر دی فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال کے تمام دلائل کا احاطہ یہاں مقصود نہیں ہے تفصیلی دلائل

کے لیے تفسیر حدیث فقہ کی اہم کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور کے صنعت میں زکوٰۃ کے مصرف فی سبیل اللہ کے بارے میں مختلف اقوال اور ان کے اہم دلائل اختصار کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں مختلف اقوال کے درمیان محکمہ اور ان کے دلائل کا موازنہ اصحاب علم و بصیرت علماء اور فقہاء پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

ان تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے فی سبیل اللہ کا مصداق طے کرنے کی خاطر جن نکات کو طے کرنا اور جن سوالات کا متغ کرنا ہمارے لیے ضروری ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ مصارف زکوٰۃ کو طے کرنے میں سب سے بنیادی حیثیت، سورہ توبہ کی آیت **وَاللّٰهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الصّٰدِقِيْنَ** وفي السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم کو حاصل ہے یہ آیت زکوٰۃ کے مصارف کو حصر کے ساتھ بیان کرتی ہے کلمہ انما حصر پر دلالت کرتا ہے سوال یہ ہے کہ اس آیت کے ذریعہ مصارف زکوٰۃ کا جو حصر بیان کیا گیا ہے وہ حصر حقیقی ہے یا حصر اضافی، منشاء سوال یہ ہے اگر عہد صحابہ سے لے کر دور حاضر تک جمہور مفسرین فقہاء اور علماء مصارف زکوٰۃ والی آیت کا حصر حقیقی قرار دیتے رہے اور یہ صراحت کرتے رہے کہ اس آیت میں مذکور اٹھ مصارف کے باہر زکوٰۃ کا صرف کرنا قیامت تک کے لیے ناجائز ہے زکوٰۃ انہیں مصارف میں صرف کی جائے گی لیکن حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ الباقیہ میں اس حصر کو اضافی قرار دیا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں :

وعلى هذا فالحصر في قوله تعالى "انما الصدقات" اضافي بالنسبة الى ما طلبه المنافقون في صرفها في ما يشتبهون على ما يقتضيه سياق الآية والسرف في ذلك ان الحاجات غير محصوره وليس في بيت المال في البلاد الخالصه للمسلمين غير الزكوة كثير مال فلا بد من توسعه لتكفي نواعب المدينه - (حجۃ اللہ الباقیہ : ۲/۲۵۸)

۲۔ جمہور مفسرین و فقہاء نے آیت مصارف میں مذکور "فی سبیل اللہ" سے غازی مراد لیا ہے ان حضرات نے "لا تحل الصدقة لغنى الا الخمسة لغا في سبيل الله الخ" والی حدیث کے علاوہ ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ کتاب و سنت میں اگرچہ فی سبیل اللہ کا اطلاق مختلف دینی کاموں کے لیے کیا گیا ہے لیکن جب کتاب و سنت میں فی سبیل اللہ کا استعمال مطلق طور پر کسی قید و قرینہ کے بغیر "تو ہا ہے تو اس سے مراد غزوہ و جہاد ہی ہوا ہے

شیخ یوسف قرضاوی نے ”فقہ الزکوٰۃ“ میں کتاب و سنت میں فی سبیل اللہ کے استعمالات کا استقراار و تتبع کر کے یہ بات ثابت کر فی چاہی ہے کیا آپ جہود فقہاء کے اس دعوے سے متفق ہیں کہ فی سبیل اللہ کا استعمال جب کتاب و سنت میں مطلق طور پر ہوتا ہے تو اس سے مراد غزوہ و جہاد ہی ہوا کرتا ہے ؟

۳۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرون اولیٰ میں زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کی تشریح میں دوسری قول ملتے ہیں صحابہ، تابعین، مفسرین، فقہاء کی غالب اکثریت نے فی سبیل اللہ کو غزوہ میں مصروف کیا ہے اور دوسرا قول یہ رہا کہ فی سبیل اللہ میں حج بھی شامل ہے سوال یہ ہے کہ اگر آیات احکام میں سے کسی آیت تشریح میں قرون اولیٰ میں صرف دو قول پائے جاتے ہوں تو کیا ہمارے لیے لازم ہے کہ انہیں دونوں اقوال میں سے کسی ایک قول کو اختیار کریں یا ہم ان دو اقوال کو چھوڑ کر آیت کی تفسیر و تشریح کو فی تیسرا یا چوتھا قول بھی اختیار کر سکتے ہیں ؟

۴۔ فقہائے احناف کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف میں فی سبیل اللہ کا مصداق جو لوگ بھی ہوں بہر حال فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقیر ہونے ہی کی صورت میں زکوٰۃ کے مستحق ہوں گے عاقلین زکوٰۃ کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقہائے احناف فقر کی شرط لگاتے ہیں اسی لیے جن فقہائے احناف نے فی سبیل اللہ کا مصداق عاقلین کو قرار دیا ہے یا تمام امور خیر کو فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے (مثلاً صاحب فتاویٰ ظہیریہ اور کامسانی) ان کی اس تشریح سے متحقق زکوٰۃ کے مسئلہ میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں پیدا ہوا کیونکہ جب ان حضرات کے نزدیک فی سبیل اللہ کے دائرہ میں آنے والے لوگ فقر کی شرط کے ساتھ سچی زکوٰۃ ہوتے تو وہ لوگ زکوٰۃ کے پہلے مصرف فقر میں متفقہ طور پر داخل ہر چہ فقہائے احناف کے نزدیک فی سبیل اللہ میں فقر کی شرط ہونے ہی کی وجہ سے غالباً ان حضرات کے قول پر زیادہ رد و قدرج نہیں ہوئی جنہوں نے فی سبیل اللہ میں تمام امور خیر کو داخل کیا یا طلبہ کو اس کا مصداق قرار دیا کیونکہ فقر کی شرط لگانے کے بعد فی سبیل اللہ کے مصداق کی تعیین اختلاف تمیز کے اعتبار سے کوئی حقیقی اختلاف نہیں رہ جاتا اس کے برخلاف ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک جو لوگ زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کے مصداق ہیں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لیے فقر کی شرط نہ لگانے کی صورت میں اس کے مصداق کی تعیین میں اختلاف ایک حقیقی اختلاف بن جاتا ہے اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہ کے یہاں فی سبیل اللہ کی تشریح میں زیادہ احتیاط اور حساسیت ہے فقہائے مالکیہ و فقہائے شافعیہ کے یہاں متفقہ طور پر یہ بات ملتی ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق صرف غازی ہے اور فقہ حنبلی میں دو قول ملتے ہیں (۱) فی سبیل اللہ سے صرف غازی مراد ہے۔ (۲) فی سبیل اللہ میں غزوہ کے ساتھ حج بھی شامل ہے۔

مذکوٰۃ بالا معروضات کو سامنے رکھ کر آپ تحریر فرمائیں کہ
 (الف :-) زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ کا آپ کے نزدیک کیا مصداق ہے فی سبیل اللہ کے دائرہ میں کون کون لوگ آتے ہیں اور اس کے دائرہ کی وسعت کہاں تک ہے۔

ب :- جو لوگ بھی فی سبیل اللہ کا مصداق ہوں ان کے مستحق زکوٰۃ ہونے کے لیے فقر کی شرط ہے یا نہیں۔
 ۵۔ مصارف زکوٰۃ قیاس شرعی کا مکمل ہیں یا نہیں؟ یعنی کیا یہ بات درست ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی تعلیل کو کے اشتراک علت کی بنا پر ان آٹھ مصارف کے علاوہ کچھ دوسری قسموں کو مصارف زکوٰۃ ملحق کیا جائے اور ان پر زکوٰۃ کا صرف کیا جانا جائز قرار دیا جائے بعض حضرات نے فی سبیل اللہ کا مصداق جہاد عسکری قرار دینے کے باوجود جہاد قلبی جہاد فکری وغیرہ کو جہاد عسکری پر قیاس کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ فی سبیل اللہ کا مصداق اگرچہ جہاد عسکری ہی ہے لیکن اس پر قیاس کرتے ہوئے جہاد قلبی جہاد فکری جہاد ثقافتی وغیرہ پر بھی زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز ہے۔ کیا آپ کے نزدیک یہ نقطہ نگاہ قابل قبول ہے؟ اور اصولاً کیا اس کی گنجائش ہے کہ مصارف زکوٰۃ پر قیاس کرتے ہوئے کچھ اور قسموں کو مصارف زکوٰۃ میں شامل کیا جائے؟

۶۔ یہ واقعہ ہے کہ دور حاضر میں مختلف دینی اور دعوتی کاموں کے لیے بے پناہ سرمایہ کی ضرورت ہے دور حاضر کی ترقیات اور جدید وسائل نے دینی کاموں کی ضروریات اور مصارف کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اور یہ بھی ایک واقعہ ہے کہ آج کل مسلمان دینی کاموں کے لیے جو سرمایہ دیتے ہیں اس کا کم و بیش اٹنی نوٹے فیصدی زکوٰۃ ہی کی رقم سے ہوتا ہے صدقات نافلہ اور غیر زکوٰۃ کی مددوں میں دینے کا رواج دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے، ان حالات میں دینی کام کرنے والے اداروں (مدارس، اکیڈمیاں، تنظیمیں وغیرہ) کے لیے یہ پابندی بہت دشوار ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مختلف اخراجات اور منصوبوں میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کریں کیا اس دشواری کے پیش نظر آپ کے نزدیک اس کی گنجائش ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ وسیع کر دیا جائے اور اس سلسلہ میں دلائل کی قوت و ضعف سے قطع نظر تاخیر یا معاصر علماء کے تعمیم و توسیع والے قول کو اختیار کر لیا جائے؟

۷۔ اگر آپ کے نزدیک زکوٰۃ کے ساتویں مصرف فی سبیل اللہ میں تعمیم ہے یعنی اس کے دائرہ میں غزوہ اور حج کے علاوہ کچھ اور کام بھی آتے ہیں تو یہ وضاحت بھی مطلوب ہے کہ فی سبیل اللہ کا دائرہ کس حد تک وسیع ہے اس کے مدد کیا ہیں؟ اور آپ فی سبیل اللہ کا دائرہ اور جو حد و سمجھتے ہیں مختصر اس کے دلائل کیا ہیں؟